آہ ڈاکٹر برھان احمد فاروقیؒ

جیسا کہ یاد پڑتا ہے مارچ اپریل ۱۹۸۲ء کے دن تھے میں ان دنوں فہرست مخطوطات جلد چہارم پر کام کر رہا تھا۔ ایک دن ایک شخص گرے رنگ کی صاف ستھری شیروانی اور کھلا پاجامہ زیب تن کئے سر پر ترکی ٹوپی پہنے ہاتھ میں ایک کور نما فائل تھامے داخل ہوا۔ السلام علیکم۔ قبلہ ھاشمی صاحبؒ معذور ہونے کے باوجود اپنی کرسی سے اٹھنے لگے۔ میں بھی احتراماً کھڑا ہوگیا۔ ھاشمی صاحبؒ سے مصافحہ کرنے کے بعد موصوف کرسی پر بیٹھ گئے۔ گفتگو ہونے لگی۔ میں اپنے کام میں لگ گیا کہ اچانک ایک جملے نے مجھے چونکا دیا جو نووارد کے منہ سے نکلا تھا۔ اس جملے کی صدائے بازگشت اب بھی کبھی کبھی سنائی دیتی ہے۔ اس گفتگو کا سیاق سباق تو پوری طرح مستحضر نہیں البتہ موضوع گفتگو اصلاح ملت تھا۔ جملہ یہ تھا۔ "مولانا اگر ہم یہ مان لیں کہ جس قسم کا معاشرہ اسلامی تعلیمات نے قرن اول میں پیدا کیا تھا اب نہیں ہوسکتا تو اس میں یہ بات ضرور ماننی پڑے گی کہ قرآن کی تعلیمات اور سنت کی پیروی صرف قرن اول میں نتائج پیدا کرسکتی تھی اور اب ویسے نتائج پیدا نہیں ہوسکتے جب ہم یہ کہیں گے تو لازم آئے گا کہ قرآن حکیم قیامت تک لوگوں کیلئے ذریعہ تعلیم نہیں ہے جس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم آئیگا کہ سنت بھی قیامت تک کے لوگوں کیلئے نمونہ کمال نہیں ہے گویا ختم نبوت کی نفی ہوجائے گی"۔ موصوف کچھ دیر بعد تشریف لے گئے۔ بندہ نے قبلہ ھاشمی صاحبؒ سے دریافت کیا کہ یہ حضرت کون تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر برھان احمد فاروقی تھے۔ آپ نے فلسفہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریہ توحید پر علی گڑھ سے ڈاکٹریٹ کیا ہے اور بہت حقیقت پسندانہ خیالات کے حامل ہیں۔ میرے ذہن میں ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کی ٹیپ چل رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح دعوی کو وہ منطقی دلیل سے پایہ ثبوت کو پہچانے میں ماہر ہیں۔

بعد میں ملاقات بڑھ گئی اور مجھے ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کرنے میں حظ پیدا ہونے لگا یا یوں سمجھ لیجئیے کہ ڈاکٹر صاحب کی ادق اور مملو بمصطلحات زبان کو سمجھنے لگا۔

ڈاکٹر صاحب جب کبھی لائبریری میں تشریف لاتے تو قبلہ ہاشمی صاحب سے ملاقات کے بعد میرے دفتر میں تشریف لاتے اور اپنے خیالات سے مستفیض فرماتے۔

آپ کی سوچ میں کہیں بھی کنجلک یا الجھاؤ نہیں تھا۔ایک ملاقات میں سیاسی نظریات پر بات چل رہی تھی تو فرمانے لگے اسلامی سیاست میں اس انسان کیلئے جواپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو محور اطاعت واتباع محمد رسول ﷺ کی ذات بابرکات ہے کیونکہ مطاع اگر مطیع کے دائرہ ادراک میں نہ آتا ہو تو حکم کی تفہیم ہی سرے سے غیر متصور ہو گی چہ جائے کہ اس کی اطاعت وقوع پذیر ہو اور خدائے بزرگ وبرتر جو خود یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" تو اس لئے کہ انسان کے حواس مدرکہ تو قالب بشریت سے منجر ہونے والے احکامات کو ہی حاسہ تفہیم میں منعطف کر کے فہم انسانی کو مائل بتعمیل حکم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انداز گفتگو ایسا تھا کہ سامع میں بات سننے کا شوق پیدا ہو جاتا تھا بشرطیکہ وہ بات کو سمجھ سکتا ہو۔

ایک دن "منہاج القرآن" جو آپ کی مائیہ ناز تصنیف ہےکے بارے میں عرض کیا کہ اس سے عام آدمی استفادہ نہیں کر سکتا اس لئے اسے کچھ سلیس فرمادیجئے تاکہ جن علوم پر اس میں گفتگو ہوئی ہے اس سے عام آدمی بھی واقف ہوسکے۔ فرمانے لگے کسی بھی سوسائٹی میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ تمام لوگوں کی علمی استعداد یکساں ہو یہ عام لوگوں کا مسئلہ ہی نہیں۔

موصوف سے ملاقاتوں کا سلسلہ بہت طویل ہے اور آپ کے افکار سے ایک زمانہ متعارف ہے اور ایک جہاں نے استفادہ کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب موصوف سہ ماہی منہاج کی مجلس مشاورت کے مستقل ممبر رہے ہیں۔ اس تحقیقی رسالہ کی ترقی میں آپ کے قیمتی مشورے شامل رہے اور آپ کے مشوروں کی وجہ سے یہ رسالہ تحقیق کی دنیا میں ایک بلند معیار کا حامل بن گیا۔ڈاکٹر صاحب ریسرچ سیل کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے۔اس دوران ریسرچ سیل میں تحقیقی کاموں کی نگرانی فرماتے تھے۔

ہماری اطلاع کے مطابق اس درویش منش فلسفی، عظیم مفکر، ملک کے معروف دانشور اور استاذ الاساتذہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام ایک طویل علالت اور کسمپرسی کی حالت میں گزارے اور ہماری کسی صوبائی یا مرکزی حکومت کو اس امر کی توفیق نہ ہوئی کہ وہ وطن عزیز میں زندگی بھر علم کی شمع روشن کرنے والے اس درویش کا

سرکاری وسائل سے اندرون ملک یا بیرون ملک علاج معالجے کا انتظام کرتی۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری حکومتوں کے پاس جاگیرداروں، سیاست دانوں اور فنکاروں کا بیرون ملک علاج کرانے کے لئے وافر وسائل ہیں مگر اس طرح کے اہل علم کیلئے ان کے پاس اندرون ملک بھی کوئی معقول بندوبست نہیں۔

بہر کیف اللہ تعالی سے دست بدعا ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حافظ غلام حسین

مدیر مسئول